© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

(فنڈامنٹل ازم پہ ایک گفتگو)

شروع شروع میں جب انگریزی تسلط کا سلسلہ چلا تو تھوڑی بہت تھوڑی انگریزی تعلیم یافتہ کلرک، بلکہ سکولوں کے بچے ایک دوسرے کو انگریزی میں چھوٹی موٹی گالیاں دینے کی کوشش کرتے تھے۔ دراصل الفاظ تو چاہے معمولی سے ہوں جیسے ASS اور DOG وغیرہ، مگر انگریزی زبان میں ہونے کی وجہ سے چوٹ زیادہ لگتی تھی۔ اوّل تو زیر ہدف ساتھی انگریزی سے کورا ہی ہوتا اور ایک آدھ دن تو اسے پوچھنے میں لگ جاتا کہ یہ "ایس" کیا ہوتا ہے۔ اتنی بات جاننے سے پہلے وہ یونہی کہہ دیتا کہ تمہارا باپ "ایس" تمہارا دادا "ایس"، تمہارا چچا "ڈاگ"۔ آہستہ آہستہ اور زیادہ گندے الفاظ رائج ہونے لگے۔ مگر انگریزی میں ہونے کی وجہ سے چھوٹی سی گالی بڑی بھاری لگتی اور لڑکا پیچ و تاب کھاتا رہ جاتا۔ ایڈیٹ، باسٹرڈ وغیرہ تک بات عام ہونے لگی۔

انگریزی گالی کی شان ابتدائی دور میں ایسی ہوتی تھی جیسے کوئی نائی اپنی رچھانی (کسوٹ) میں سے تاگے سے لپٹے ہوئے دیسی ساخت کے استرے کے بجائے سفید یا سیاہ (مصنوعی ہاتھی دانت کے) دستے والا چمکتا ہوا چوڑا سا استرا نکالتا اور اس کا رعب چھا جاتا۔

ترقی یا فتنہ مغرب نے جہاں اور ترقیاں کیں وہاں پروپیگنڈے کے ساحرانہ حربے ایجاد کیے اور لفظوں اور اصطلاحوں کی ایسی ایسی فقرولیاں بنا کر مخالفین کے پہلوؤں بلکہ دماغوں میں بھونکیں کہ زخمیوں کے زخم تا عمر مندمل نہ ہو سکے۔ چونکہ ان کے سامراجی و شہنشاہی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عزائم کا مقابلہ تمام ایشیائی مُسلم ممالک میں دینی سربراہوں نے دین ہی کے دیئے ہوئے جذبۂ جہاد سے کیا، لہٰذا جنگی شکست دینے کے بعد مُسلم اقوام کے شکست خوردہ مجاہد ہیروز کو "مُلّا" کے تحقیر آمیز دشنام سے نوازا گیا۔ جس نے خدا کا نام لیا، شریعت کی بات چھیڑی، دینی تعلیمات و اُصول و حدود کے خلاف صدا بلند کی، مغرب کے سامراجی فاتحین نے شور مچایا کہ دیکھو، لوگو، جانے نہ پائے، "ملّا" ہے "ملا"۔ کہیں دوسری طرف بات پھیلی تو پھبتی کسی کہ بچو "فلاں اور فلاں سے"، یہ وہابی ہیں وہابی۔

کچھ سال بعد ہمارے ہاں مغربی سانچے میں ڈھلا ہوا جو طبقہ پیدا ہوا وہ اپنی قریبی تاریخ کو نہ جان سکا کہ کچھ لوگ عیاری اور خونخواری سے ہماری آزاد مُسلم حکومتوں پر چڑھ دوڑے تھے اور ان کے خلاف جن جانبازوں نے تلوار کے میدان میں بھی اور عدالتوں میں بھی اور قلم کے میدان میں بھی مسلسل معرکہ لڑا اور انتہائی بدحالی میں گھر کر وہ اپنے اُسی مزاحمتی جذبے پر قائم ہیں کہ کسی قوت کو زور زبردستی سے اُمّتِ مُسلمہ پر حکم چلانے کا حق نہیں ہے، ایسے "ہیروز" کے قدموں کی خاک کو چومنے کی جگہ انگریز کے انگریز پرست شاگردوں نے اسی لفظ "ملّا" کو بلا تکلف اپنے محسنوں کے خلاف استعمال کرنا شروع کیا جسے ان کے استادانِ محترم نے پاکیزگی کے جزدان سے نکال کر نفرت و تحقیر کی غلاظت میں لتھیڑا تھا۔ یعنی صیاد کے آگ دینے پر پتّے بھی ہوا دینے لگے۔ سرحد پار والوں نے سوبھاش چندر داس اور بھگت سنگھ کو کیا سے کیا بنا دیا۔ اور یہاں پوری تحریکِ مجاہدین کسی "کھوہ کھاتے" میں ڈال دی گئی۔ اور کہا گیا کہ وہ تو چند سرپھرے ملّا تھے۔

ہمارے ان ماڈرنسٹوں میں اتنی خودی بھی پیدا نہ ہو سکی کہ اگر انہیں جابر سامراجی حملہ آوروں کا مقابلہ کرنے والے جانبازوں کو ضرور گالی ہی دینی تھی تو وہ خود کوئی گالی ایجاد کرتے۔ افسوس یہ ہے کہ انہوں نے انگریز کا اُگلا ہوا نوالہ منہ میں رکھ لیا، اور پھر وہی پارٹ ادا کیا جیسے جاری رکھنے کے لیے انگریز خود یہاں باقی نہ تھا — یہ اپنے غلام سازوں کے کتنے اچھے جانشین ثابت ہوئے۔

انگریز تو پیچھے مسلمانوں سے اِس بات پر چڑا کرتا تھا کہ یہ قوم اپنے عقیدۂ توحید اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نظریہ جہاد اور کافرانہ حکومت میں مسلمانوں کا مقام اور دارالکفر اور دارالحرب جیسے مسائل چھیڑتی تھی۔ لیکن ہمارے پاکستانی انگریز اور میمیں اس بات پر چڑتی ہیں کہ ناچ گانے اور بے پردگی اور تنگ لباسی اور مخلوط مجالس کی جو غیر اسلامی تہذیب ان کو پسند آگئی ہے اس کے خلاف اسلامی نقطۂ نظر کے لوگ کیوں چیں بہ جبیں ہوتے ہیں۔ نیز وہ سیکولر جمہوریت کو کیوں اسلامی نہیں مانتے ہیں۔ ان کی موجودہ رجعت پسندانہ روش کی وجہ سے ہم ان کو ملا کہنے پر مجبور رہیں۔

آخر ملا کے لفظ سے جو گالی ڈھالی گئی تھی اس کا سکہ بھی گھس گھسا کر اتنا کھوٹا ہو گیا کہ اُس کا چلن ختم ہونے لگا۔ نہ خادمانِ اسلام ملا کے لفظ سے کوئی اثر ہی نہ لیتے۔ وہ ہزار مسرت سے اس کا ہدف بنتے۔

اب کیا ہو!

اِن لوگوں نے پھر مغربی پروپیگنڈے کی ٹکسال کی طرف رُخ کیا اور کاسۂ گدائی لے کر پہنچ گئے کہ اب ہمیں سیکولرازم کے مخالف اہلِ دین کے لیے کوئی اور اچھی سی گالی درکار ہے جو کچھ مؤثر کاٹ کر سکے۔

اُدھر سے ایک نئی اصطلاح فنڈامنٹلسٹ اور فنڈامنٹلزم کی بھیک میں مل گئی۔ بھیک کیا ملی، تہذیب اور عزت اور شرف اور دانائی ایک نیا تمغہ مِل گیا۔

فنڈامنٹلزم کی سرسری تحقیق

یہ لفظ اپنے معانی میں بالکل واضح اور سادہ سا ہے۔ اصطلاحی شکل میں جا کر بھی یہ اپنی اصلیت نہیں بدلتا۔ اِس کا تعلق عیسائیت سے رہا ہے اور پھر جب مذہبی طبقے اور عقل پرستوں اور ترقی پسندوں کے درمیان کشمکش ہوئی تو یہ لفظ ایک مذہبی اصطلاح ہونے کی حیثیت سے ایک فریق کے استعمال میں آنے کے بعد تاریخی اصطلاح بن گیا۔ ایک قوم کی بدنام شدہ تاریخی اصطلاح کو اُٹھا کر آپ دوسری قوم پر بوجہ ناپسندیدگی بطور دشنام یا برائے اظہارِ نفرت یا اُسے اپنے ہاں کے تاریخی جرم کا مجرم بنانے کے لیے منطبق کرتے ہیں تو یہ کوئی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سائنٹفک منطقی یا معقول اور شریفانہ حرکت نہیں ہے۔ آپ اپنے متعلق جو چاہیں کہیں، دوسروں کو اپنی حقیقت خود تجویز کرنے دیں۔ زبردستی کسی کے سر پہ کسی غیر کی ٹوپی اُڑھانے کی کوشش نہ کریں۔

آیئے، لغت سے ابتدائی شہادت طلب کریں۔ ریڈرز ڈائجسٹ نے جو ایک جدید انگریزی لغت GREAT ENCYCLAPAEDIC DICTIONARY کے نام سے تین جلدوں میں پیش کی ہے۔ اس کی جلد اکے ص ۳۵۳ پر ملاحظہ ہو:

FUNDAMENTAL (adj)

Of the ground work, going to the root of the matter, serving as base or foundation, essential, primary, original from which others are derived.

اسم صفت، گراؤنڈ ورک کے متعلق۔ معاملے کی جڑوں تک جانا۔ اساس یا بنا کا مقصد پورا کرنا، لازمی ہونا، مبادیاتی ہونا، ابتدائی مصدر کی حیثیت رکھنا جس سے دوسرے متضمنات اخذ کیے جا سکیں۔

ملاحظہ فرمایا آپ نے کہیں کوئی بُری بات ہے، ہر علم کو، ہر فن کو، ہر تنظیم کو، ہر تحریک کو، ہر فلسفے، ہر دین اور مذہب کو ضرورت ہوتی ہے کہ اس کے کچھ "فنڈامنٹلز" ہوں، کچھ اساسی حقائق، کچھ ابتدائی مآخذ، کچھ اٹل رہنما عقیدے اور اصول، کچھ زندہ و پائیدار اخلاقی قدریں۔

یہ چیزیں نہ ہوں تو تصویرِ حالات یہ ہو گی کہ چھت کے نیچے سے ستون نکال دیئے جائیں، دیواروں کی بنیادیں کھود دی جائیں۔ اور پھر اس مغالطے کے نتائج یہ دیکھے جائیں کہ چھت دھڑام سے نیچے آ رہے گی۔ فنڈامنٹلز کو کسی بھی نظام سے نکال دیجیے وہ کُل کا کُل ختم ہو جائے گا۔ جمہوریت سے اس کی اصولی اساسیات کو نکال دیجیے تو کھیل ختم۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حتیٰ کہ ریاضی سے اگر جمع، تفریق، ضرب اور تقسیم کے طے شدہ بنیادی فارمولوں کو الگ کر دیا جائے تو سمجھیے کہ ساری ریاضی ختم۔ مثلاً آپ اگر طے کرتے ہیں کہ ۲ اور ۲ مل کر ۴ کے بجائے ۶ ہوں گے، یا ۱۰ میں سے ۳ کم کرنے سے بقایا ۱۱ رہ جائیں گے یا ۴ کو ۶ سے ضرب دینے سے ۲۱ بنیں گے۔ اور ۲۸ کو ۹ پر تقسیم کرنے سے ۲ جواب آئے گا تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ ریاضی کا ایک کلیہ دوسرے کو ختم کر دے گا۔ اور جن ہندسوں سے جو بھی جواب آپ کسی عمل سے برآمد کرنا چاہیں گے، برآمد کر لیں گے۔ اگر ہر کسی کو اپنی مرضی سے رقمیں طے کرنی ہوں تو لین دین کے نرخ اور حساب کتاب اور بی کام جیسے علوم وغیرہ کا صفایا ہو جائے گا۔ بلکہ لین دین کا تمام سماجی عمل ختم ہو جائے گا۔

پس فنڈامنٹلز کا حق ہے کہ ان کی حفاظت کی جائے۔ اور حفاظت کرنے والے کو اگر فنڈامنٹلسٹ کہا جاتا ہے تو یہ عزت افزائی کی بات ہے اور ایسا کہلوانا اس کا استحقاق ہے۔

متذکرہ انسائیکلوپیڈیا ڈکشنری کے مطالعہ کو ہم ذرا اور آگے بڑھاتے ہیں:۔

FUNDAMENTAL
FUNDAMENTALITY } ns

Principal, rule, article serving as ground-work of system.

FUNDAMENTALISM (usually plural)

Strict adherence to traditional Orthodox (Protestant) tenets (e.g. the literal inerrency of Scripture), held to be Fundamental Christianity; adherence to traditional beliefs of any kind.

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۱)

فنڈامنٹل ــــ فنڈامینٹیبلیٹی - (NS)

(معانی) :- اُصول، قاعدہ اور ضابطہ جو کسی بھی نظامِ کار کے لیے اساسیات کا مقصد پورا کریں۔

(۲)

فنڈامنٹلزم (بالعموم بصورت جمع استعمال ہوتا ہے)

اِس کے معنی ہیں: روایتی آرتھوڈکس (پروٹسٹنٹ) عقیدوں سے شدید وابستگی (یعنی مقدس نوشتوں کا لفظ لفظ میں منزہ عن الخطا ہونا) کے تصور پر مبنی ہے - بنیاد پرستانہ مسیحیت - نیز مراد ہے کسی بھی طرح کے بنیادی تصورات سے وابستگی رکھنا۔

یہاں تک تو بات لغت کے دیئے ہوئے مفہوم کی ہو رہی تھی اور اس گفتگو میں ابھی کوئی خطرناک عنصر داخل نہیں ہوا - لیکن متعلقہ الفاظ و اصطلاحات جب تاریخ کے خراد پر چڑھ جاتے ہیں تو نئی ہیئت اختیار کر کے ہیئت اصلیہ کھو دیتے ہیں - آیئے تاریخی خراد کے عمل کو دیکھنے کے لیے بیسویں صدی کے اوائل میں چلیں - اتفاق سے پرانے تصادموں اور معرکوں کی روئیداد دیں تلاش کرنے میں مجھے ایک پرانی انسائیکلوپیڈیا EVERY MAN'S ENCYCLPAEDIA) بڑی مدد دیتی ہے - جسے ایم ڈینٹ اینڈ سنز لمیٹڈ نے اسے برطانیہ سے شائع کیا - کاپی رائٹ ۳۲-۱۹۳۱ء - لیجیے ان اوراق سے قصۂ پارینہ سنیے:

فنڈامنٹلزم کا خلاصۂ مدعا وہ مخالفت و مزاحمت ہے جو سرمستانِ اعتقاد اربابِ کلیسا کی طرف سے جدید سائنس کی تعلیم کے ایسے پہلوؤں سے متعلق تھی جو بائیبل کی مقدس روایات سے متصادم ہوتے تھے۔

فنڈامنٹلزم کی لہر یو ایس اے میں غیر معمولی طور پر تیز ہو گئی خصوصیت سے جنگِ عظیم (اوّل) کے بعد - یہ قضیہ گویا اُس وقت آخری حد تک پہنچا دیا گیا - جب ڈاکٹر ہیری ایمرسن فاسڈک (HERRY EMERSON —— FOSDICK

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کو نیویارک کے اولیں پریسبائی ٹیرین چرچ کی طرف سے ۱۹۲۲ء میں بلایا گیا اور اس نے اپنے "سرمن" (مذہبی یا کلیسائی لیکچر) میں خطاب کرتے ہوئے اہلِ روایت کے مذہبی طرزِ فکر کو ہدف بنایا۔ بس یہ واقعہ بحث و تمحیص کے عام پھیلاؤ کا ذریعہ بن گیا، جس کے اثرات بھی ۱۹۲۳ء میں آخری حد کو جا پہنچے، جب کہ پریسبائی ٹیرین چرچ کی جنرل اسمبلی نے اپنے ۱۹۱۰ء کے نظریات و عقاید پر پورے زور سے یقین و اذعان کا اظہار کیا۔ اس اسمبلی نے بطور امرِ واقعہ یہ تصور بحال کر دیا کہ پریسبائی ٹیرین مذہب کے منشا کے مطابق کوئی بھی شخص جو عین لفظی صورت میں (یعنی لفظوں کے سادہ ظاہری مفہوم کو قائم رکھتے ہوئے) بن باپ کے واقعۂ پیدائش (عیسائیوں کی اصطلاح VIRGIN BIRTH کی ہے۔ مگر اس کا ترجمہ اگر کنواری ماں کیا جائے تو اس میں ایک معنیٰ سو بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا ہم نے قرآن کی مدد سے ترجمہ بدل دیا)۔ یسوع (مسیح علیہ السلام) کے دوبارہ زندہ ہونے، نوشتوں کے منزہ عن الخطا ہونے، روحانی نجات کے عقیدے، اور معجزوں میں یقین رکھنے کے اصولیات کو نہ ماننے وہ عیسائی نہیں ہو سکتا۔ مگر فنڈامنٹلزم یوایس اے میں اس وقت پوری قوم کی توجہات کا مرکز بن گیا، جب ایک نوجوان سکول ٹیچر (.JOHN T. SCOPES) کو اس الزام میں عدالت میں لا کھڑا کیا گیا کہ اس نے ریاست ٹینیسی (TENNESSEE) کے ان قوانین کی خلاف ورزی کی جو ریاست کے پبلک سکولوں میں نظریۂ ارتقا کی تعلیم و تدریس کی ممانعت کے لیے تھے۔ سکوپ ریاست کے مقام ڈیٹن (DAYTON) میں ہائی اسکول کا معلم تھا۔ ولیم جیننگز برائیان WILLIUM JENNIGS BRYAN جو تین بار امریکی انتخاباتِ صدارت میں حصہ لے چکا تھا۔ متذکرہ مقدمے میں حصہ لینے کے لیے ڈیٹن آیا۔ کلیئرنس ایف ڈارو (CLARENCE F. DARROW) بڑے پائے کا وکیل اور مشہور آزاد خیال آدمی (FREE THINKER) تھا، ملزم کا وکیلِ دفاع بنا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دائرۂ صحافت کے لوگ تمام ملک سے انبوہ در انبوہ جمع ہونے لگے۔ فوری نکتۂ نزاع محض ایک ریاست کے قانون کی خلاف ورزی تھا۔ لیکن اپنے وسیع مضمرات (متضمنات) SERIOUS IMPLICATIONS کے لحاظ سے یہ مقدمہ اپنی لپیٹ میں اس نازک سوال کو لیے ہوئے تھا کہ آیا کوئی ریاست اپنی مقننہ کے ذریعے کسی سائنسی تعلیم کو مذہبی عقیدوں سے ٹکرانے کی بنا پر روک سکتی ہے۔ امریکہ کے بے حیثیت صحافیوں نے اس مقدمہ کو "بندر کیس" (THE MONCKEY TRIAL)[لہ] کا نام دیا۔ برائیان نے حلفیہ بیان کے ساتھ استدلال کیا کہ بائیبل کا ہر لفظ اور ہر فقرہ عین اپنی لفظی و ظاہری شکل میں سچائی پر مبنی ہے۔ اس نے نظریۂ ارتقا کی مخالفت کی، کیونکہ وہ بائیبل کے بیان کردہ قصۂ تخلیق کے خلاف جاتا تھا۔ جیوری نے قاعدے قرینے سے سکوپس (سکول ٹیچر) کے خلاف فیصلہ دے دیا اور اس پر ایک سو ڈالر جرمانہ کیا گیا۔ بعد میں ریاست کی بالا ترین عدالت نے محض ایک ٹیکنیکل پوائنٹ کی بنا پر فیصلہ الٹ دیا۔ اس پر ریاست ٹینیسی نے پھر متعلقہ پوائنٹ پہ قانون سازی کر لی۔ بعد میں فنڈامنٹلی نقطۂ نظر رکھنے عیسائیوں نے سات آٹھ اور ریاستوں میں بھی (بائیبل کی صداقت کے تحفظ کے لیے) ویسے ہی قوانین پاس کرا لیے۔ لیکن اُن کی سرگرمیاں طنز و مزاح

لہ روایتی کہاوت کے مطابق دو بلیوں کے درمیان فیصلہ کرنے والا جج بندر مقرر ہوا اسی کی طرف اشارہ ہے۔ دوسرا اشارہ یہ ہے کہ اس زمانے میں ڈاروِن ازم بندر والا فلسفہ کے نام سے مشہور ہوا۔ اب بھی نظریۂ ارتقا کا خلاصہ ہمارے ہاں یہی معروف ہے کہ انسان بندروں سے پیدا ہوا۔ (گو یہ بات ذرا سی نادرست ہے)۔ اسی کی بنیاد پر اکبر الٰہ آبادی نے کہا تھا کہ:

کہا منصور نے خدا ہوں میں — ڈاروِن بولا بوزنا ہوں میں
سُن کے کہنے لگے میرے اک دوست — فکرِ ہر کس بقدرِ ہمت اوست

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی نذر ہوگئیں۔

پھر ہر طرف کلیساؤں میں بھی اور معاشرے میں بھی آزادی پسند عوام اور عقیدہ پسند پادریوں کے درمیان نزاع چل پڑی۔ جوں جوں سائنس، فلسفے اور تعقل کے قدم آگے بڑھتے اور دنیوی لذات و تفریحات کی ہوس نے انسانوں میں خدا و آخرت کے خوف سے آزاد ہو کر زندگی کے حیوانی عنصر کو زیادہ اہمیت دی تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مذہب کی طرف سے زیادہ سے زیادہ قوت دُور ہو کر لامذہبیت کی راہ پر آ گئی۔ اس کشمکش میں عیسائیوں کے مذہبی کارفرماؤں کو کبھی یہ سوچنے کا موقع ہی نہ ملا کہ اُن کے قضیے (CASE) میں کمزوریاں کیا ہیں۔

بہرحال کٹر عیسائیوں کے لیے اظہارِ نفرت کا ذریعہ سائنس پرستوں اور عقل پرستوں اور خواہش پرستوں نے یہ اختیار کیا کہ وہ انہیں "فنڈامنٹلسٹ" کہیں اور ان کے بارے میں یہ اثر پیدا کریں کہ اُن کے طرزِ فکر پر ترقی کرتی ہوئی زندگی استوار نہیں ہو سکتی۔

اسلام کا معاملہ مختلف ہے

متذکرہ تاریخی سلسلۂ واقعات میں جو کچھ سامنے آیا ہے اس کا کوئی پہلو اسلام پر منطبق نہیں ہوتا۔

اوّلاً: بائیبل لفظ بہ لفظ الہامی کتاب نہیں ہے جیسے خدا کی طرف سے کسی خاص منتخب بندے پر نازل کیا گیا ہو، بلکہ اس کی تو تاریخی حیثیت ہی سرے سے نہیں ہے۔ کتاب کس نے لکھی ہے، کب لکھی، کتنی کس مرحلے میں لکھی گئی، کتنی کس مرحلے میں، کتنا حصّہ متن ہے اور کتنا اس کی تشریح و تاویل، اور کیا باتیں پادریوں یا ان کی مذہبی کمیٹیوں نے درج کیں۔ اور کہاں کہاں ترامیم ہوئیں۔

یہ کسی تاریخی معیار سے ثابت نہیں ہے کہ الواحِ طور پر سے کس کس نے تورات کے عقیدے اور احکام کب کب یاد کیے یا لکھے یا کب کب وہ پڑھے گئے یا ایک شخص سے دوسرے تک کیسے راویوں کے ذریعے منتقل ہوئے۔

© rasailojaraid.com

پھر اسے الہامی کتاب کیسے سمجھا جا سکتا ہے۔ بخلاف اس کے قرآن نجماً نجماً جس طرح نازل ہوا اُسی طرح وہ یاد بھی کر لیا گیا، لکھا بھی گیا، نمازوں میں بھی پڑھ پڑھ کر سُنایا جاتا رہا، وعظوں اور خطبوں کی صورت میں اس کی آیات کے حوالے دیئے گئے، مدرسوں میں بھی تعلیمِ قرآن اور حفظِ قرآن کو لازم کیا گیا۔

ثانیاً اسلام میں ایک ہی حقیقتِ عظمیٰ ہے کہ خدائے واحد موجود ہے اور وہی کائنات کے نظام کو اپنے نوامیس کے تحت چلا رہا ہے اور وہی انسانوں کو ایسے عقیدوں اور عبادات اور اخلاقیات اور قوانین سے اپنے انبیاء کے ذریعے الہامی طریق سے آگاہ کرتا ہے جن میں دُنیا کی بھی فلاح ہے اور آخرت کی بھی کامرانی۔ فرد کے لیے سلامتی ہے اور اجتماعیت کے لیے بھی استحکام۔ معاشرے کے لیے عدل، امن، مواخات اور مساوات کی برکات ہیں۔

اس خدا نے اپنی الہامی کتاب میں ماضی کا کوئی مختصر ٹائم ٹیبل نہیں دیا ہے کہ آدمؑ کے ظہور سے لے کر اب تک کی تاریخ چند ہزار سال میں بن گئی۔ بلکہ قرآن سے یہی تصوّر ملتا ہے کہ سلسلۂ تخلیقِ کائنات و تزیینِ کائنات (مع زمین) کئی لمبے ادوار میں مکمل ہوا ہے۔

قرآن کا بیان یقیناً آدم علیہ السّلام کے متعلق ایسا ہے کہ وہ پہلے انسان تھے، ایک ممتاز و مقبول فرد تھے، اُن کو حصولِ علم کے ذرائع دے کر زمین میں منصبِ خلافت کی ذمہ داریاں سنبھالنے کے لیے چُن لیا گیا۔[1] اِس سلسلہ میں ہم نظریہ ارتقاء پر بعد میں گفتگو کریں گے۔

---

[1] ہمارے یہاں کے بعض علماء جو مروجہ نظریہ ارتقا سے متاثر ہیں۔ وہ بالعموم تاویل کی یہ راہ نکالتے ہیں کہ بدنی یا عضویاتی (BIOLOGICAL EROLUTION) کی بحث میں ہم پڑتے ہی نہیں، ہم یہ کہتے ہیں کہ پہلا انسان وہ تھا جس کے اندر سب (باقی بر صفحہ آئندہ)

© rasailojaraid.com

دوست ہو یا دشمن اسلام کے تصورِ الٰہ اور تصورِ توحید اور تصورِ وحی و رسالت پر غور کر کے نو ان تصوّرات کے تحت کائنات اور اس کے ریاضیاتی نظام اور اس کے اٹل نوامیس اور اس کے مظاہر جمالیات کی بہترین تعبیر ممکن ہو جاتی ہے اور آدمی کا دل بنیادی حقیقت کے متعلق سرمایۂ یقین سے مالا مال ہو کر زندگی میں اپنا بہترین مثبت اور تعمیری حصہ ادا کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔

اسلام، انسان کو اخلاقی شعور دیتا ہے اور اس کی روشنی سے وہ تمام بین الانسانی اخلاقی قدریں روشن ہو جاتی ہیں جن کی تعلیم ہر پیغمبر کے ہاں ملتی ہے اور جس کی تعلیم سے ہر گوشۂ ارض منور ہے۔

اسلام انسان کے لیے اسی طرح حدود اللہ کو معین کرتا ہے جیسے ٹریفک سگنلز اور سائنز سڑکوں پر لگے ہوتے ہیں۔ مراد یہ ہوتی ہے کہ ان حدود کو چھوڑ دو گے تو حادثات نمودار ہوں گے۔ اچھے لوگ ان حدود کا احترام اوّل تو اس ایمان سے کرتے ہیں کہ یہ خدا اور رسولؐ کی مقرر کردہ ہیں۔ کچھ اچھے لوگ ایمان و اعتقاد کے علاوہ ان حدود کو عقلی پہلوؤں سے جانچ کر اور ان کے نتائج کا جائزہ لے بھی انہیں ناگزیر پاتے ہیں کچھ کمزور مزاج کے لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جن میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) سے پہلے نیکی بدی کے شعور کا شرارہ روشن ہوا۔ جیسے اللہ نے وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي۔ کہہ کر بیان کیا ہے۔ "روح" کے معنی مجرد زندگی نہیں، بلکہ نیکی بدی کے شعور و احساس کا نام ہے۔ ایک اخلاقی حس یا باقی حیوانات میں مرغوب و نامرغوب اور مطلوب و نامطلوب کے رجحانات کام کرتے ہیں جن میں جبلت رہنمائی کرتی ہے۔ لیکن نیکی (جو ظاہراً یا وقتی طور پر وجہِ تکلیف ہو سکتی ہے) اور بدی (جو ظاہراً لذّت بخش اور وقتی طور پر بے ضرر معلوم ہوتی ہے) کا اخلاقی امتیاز کرنا، اور بدی سے پرہیز کرتے ہوئے نیکی کی پابندی کرنا اور اس مسلک کے لیے مسلسل قربانیاں دینا، یہ صرف انسان میں پایا جاتا ہے۔ اس بارے میں اس کا کوئی رابطہ حیوانات سے نہیں بنتا۔ آپ ہزار جبڑوں اور کولہوں کی ہڈیوں اور پسلیوں میں مشابہتیں تلاش کریں، اخلاقی شعور کی کوئی مشابہت حیوانات اور انسان میں نہیں ہے۔ یہی وہ دیوار ہے جو دونوں اقسامِ موجودات کو الگ کرتی ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ضعیف، سا ایمان بھی ہوتا، جو عقلی طور پر بھی اچھائی برائی کو تسلیم کرتے ہیں مگر خواہشاتِ نفس کا دباؤ ان پر زیادہ ہوتا ہے۔ اُن کے لیے دو چیزیں مد ہوتی ہیں: ایک معاشرے (اگر وہ صحت مند ہو) کی رائے عام کا دباؤ، دوسرے وعظ نصیحت، درس و تدریس، اجتماعات، اچھا لٹریچر، اچھی صحبت اور اچھے حلقہ ہائے اعزہ و احباب۔ نیز معاشرے میں برائی کے لیے اُکسانے والے محرکات وعوامل سے ان کا تحفظ۔ آخر میں انسانوں کی وہ قسم آتی ہے، جو اسلام میں داخل ہونے کے بعد بھی ذہنی بگاڑ کی وجہ سے اپنے عقیدوں، اخلاقیات اور قانونی حدود کی خلاف ورزی کرتی ہے۔ ایسے لوگوں کی منزل عدالت کا کٹہرا ہے۔

یہ سارا نظام اور اس کا ہر شعبہ اتنا منظم اور اتنا عقلی ہے کہ دَورِ رحمت اور دَورِ خلفائے راشدین کے معیاری زمانوں میں اس کے خلاف عقلی اجماع پیدا نہیں ہوا۔ بعد کے دَور نے جدید ترین آلات و ایجادات سے کام لیا اور خود مسلمانوں نے بڑی جنگی مشینیں تیار کیں۔ دوسری زبانوں کو سیکھا گیا۔ بعد کے بادشاہی ادوار میں جب کہ اسلامی نظام کا پورا ڈھانچہ موجود نہیں رہا، بلکہ اس میں طرح طرح کے خلل اور رخنے پیدا کر دیے گئے، ہر قسم کی طبی اور علمِ فلکیات کی سرگرمیاں بھی جاری رہیں۔ بیرونی فلسفیانہ اور صوفیانہ خیالات بھی زیرِ بحث رہے۔ صنعتوں میں بھی ہمہ جہتی ترقی ہوئی۔ فنِ تعمیر، فنِ خطاطی اور رنگکاری اور شعری اور نثری اَدب میں بھی ترقی جاری رہی۔ سمندروں پر قابو پانے کے لیے چھوٹی کشتیوں سے لے کر بڑے بحری جہاز تک بنائے گئے، دُنیا کے نقشے اور بحری نقشے تیار کیے گئے۔ لیکن اس ترقی کے خلاف اہلِ تدین و تقویٰ نے کبھی کوئی تصادم پیدا نہیں کیا۔ تصادم پیدا ہوا تو صرف اس بات پر کہ بادشاہی نظام اسلام کے نظامِ عدل و امن کے خلاف ہے، تصادم اس پر کہ بادشاہوں کو اپنی عیاشیوں پر قومی خزانے کا مال صرف کرنے کا حق نہیں ہے، تصادم اس پر کہ بادشاہت اور درباریوں کو شراب اور قمار اور رقص و سرود میں مخمور رہنے اور معاشرے میں اسے پھیلانے کا حق نہیں۔

(باقی)

© rasailojaraid.com